مقالات کاظمی میں مباحثِ الٰہیات کا تجزیاتی مطالعہ

Analitical Study of Mabahath Ilahiyat in Maqalat e Kazmi

Fatima Khalil
M.Phil Islamic Studies, Principal, Kanzul Iman School of Quran and Sciences, Lahore:fatimakhalil78@gmail.com

Abstract:

Sayed Ahmad Saeed Kazmi was born in 1913 and died in 1986. He got his religious education from madrasa Muhammadia Hanafia Amroha in the supervision of Seyad Muhammad Khalil Kazmi. He wrote many Islamic books on different topics. His book entitled Maqalat e Kazmi has special importance. This article aims to discuss his approach towards Ilahyiat. Meaning of Oneness of Almighty Allah His attributes, importance and need of Oneness have been described in his book. Meaning of Shirk its kinds and how can we get rid of shirk has been also dicussed in this article. Meaning and concept of shahadat has also been mentioned with the arguments of the Quranic verses and hadiths. Importance of resalat e Muhammadi for shahadat of Oneness of Almighty Allah has been also discussed in the light of the book Maqlat e Kazmi.

Keywords:Ahmad Saeed Kazmi, Maqalat e Kazmi, Ilahyiat,

اسم گرامی سید احمد سعید شاہ کاظمی۔ کنیت ابوالنجم۔ لقب غزالی زماں، رازی دوراں، امام اہل سنت۔ آپ کا سلسلہ نسب 44 واسطوں سے سرور دو عالم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ آپ حضرت امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں۔اس لیے "کاظمی" کہلاتے ہیں۔

تاریخ ولادت

آپ کی ولادت بروز جمعرات 4 ربیع الثانی 1331ھ مطابق 13 مارچ 1913ء مرادآباد کے مضافاتی شہر امروہہ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد کا نام سید مختار احمد کاظمی تھا۔

تحصیل علم

ایام طفولیت میں ہی والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے برادر معظم سید محمد خلیل کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی ہوئی۔ سید محمد خلیل کاظمی مدرسہ بحر العلوم شاہ جہاں پور میں مدرس تھے ،اور حضرت علامہ کاظمی کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپ نے 17 سال کی عمر میں 1348ء بمطابق 1929ء مدرسہ محمدیہ حنفیہ امروہہ سے سند فراغت حاصل کی۔حضرت شاہ علی حسین اشرفی نے دستار فضیلت باندھی ۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی ،مولانا نثار احمد کانپوری ، مولانا احمد حسن کانپوری اور دیگر جید علماء و مشائخ بھی موجود تھے جنہوں نے آپؒ کو خصوصی دعاؤں سے نوازا[1]۔

وصال مبارک

حضرت غزالی زماں علیہ الرحمہ نے 58 سال سے زائد عرصہ تک علمی، مذہبی، سیاسی اور سماجی خدمات سرانجام دیں۔آپ نے ہمیشہ ہر طاغوت فتنے اور باطل افکار و نظریات کا مقابلہ طاقت کی بجائے قرآن و سنت کے دلائل سے کیا۔اور اپنے طلباء، متعلق و محبین کو بھی یہی طریقہ اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔اسلام کی سربلندی اور عشق محبت رسول ﷺ کے فروغ کے لیے اپنے آپ کو وقف کیے رکھا اور 73 سال کی مصروف ترین زندگی گزار کر سادات کاظمیہ کا یہ درخشندہ آفتاب افق عالم سے غروب ہوگیا۔25 رمضان المبارک ،4 جون 1986 بروز بدھ اپنے گھر میں افطار کے بعد آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔اناللہ واناالیہ راجعون۔

آپ کا مزار شاہی عید گاہ ملتان میں مرجع خلائق ہے جس کا شمار اس وقت ملتان کی مشہورِ زمانہ خانقاہوں میں ہوتا ہے۔[2]

سردست ہمارے پیش نظر حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی علیہ الرحمہ کے مقالات ہیں۔ جن کو "مقالات کاظمی" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔یہ علمی و فکری موضوعات پر مشتمل مقالات مختلف اخبارات

---

[1]۔کاظمی۔سید احمد سعید۔مقالات کاظمی، بزم سعید جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان، ج،1، ص12

[2]۔سعیدی، محمد جمیل الرحمٰن، حیات امام کاظمی، ج،1ص،94

جرائد میں شائع ہوئے۔ پھر کتابی صورت میں مقالات کاظمی کو مرتب کرنے کی سعادت علامہ غلام رسول سعیدی کے حصہ میں آئی۔

ان کتب ورسائل کو مختلف اداروں نے شائع کیا لیکن کتابت اور اس کے معیار کی بہتری کے لیے 1990ء میں مقالات کاظمی کے جملہ حقوق اشاعت محفوظ کرنے کے بعد اس کی طباعت واشاعت کی ذمہ داری بزم سعید جامعہ اسلامیہ انوارالعلوم کو سونپی گئی جو ایک عرصہ دراز سے افکار وتعلیمات حضرت غزالی زماں کو عام کرنے اور آپ کی تصانیف کو عوام تک پہنچانے کے لیے سر گرم عمل ہے۔

عقیدہ توحید عقائد اسلام کی بنیاد اور جڑ ہے، جس پر بقیہ تمام عقائد قائم ودائم ہیں۔ توحید روح ہے، اور باقی تمام عقائد واعمال اس کا جسم ہیں۔ تمام انبیاء کرام کی تبلیغ وارشاد کا بنیادی نکتہ بھی توحید ہے۔

ارشاد فرمایا:

ومارسلنا من قبلك من رسول الاّ نوحی الیه انه لااله الاّ انا فاعبدون۔ [3]

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر نبی نے اپنی امت کو توحید کا پیغام سنایا اور ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا حکم دیا۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ نے مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں صرف توحید کی طرف لوگوں کو بلایا۔ اور شرک وبت پرستی کے خلاف آواز بلند فرماتے رہے۔ احکام واعمال کا سلسلہ بعد میں شروع ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال باکمال کے بعد سے اب تک جتنے بھی مصلح اور مبلغ آتے رہے، اور آتے رہیں گے، ان کی وعظ ونصیحت اور تبلیغ وارشاد کا مرکز ومحور بھی لاالٰہ الا اللہ ہے۔ یہی وہ قوت تھی جس نے امت مسلمہ کو اتفاق واتحاد کی لڑی میں پرو دیا تھا، اور اسی سے ان کی ہیبت وسطوت قائم تھی۔ اس حوالے سے صوفیاء کرام کی مساعی جمیلہ بھی قابل قدر ہیں، جنھوں نے اس کلمہ لاالٰہ الا اللہ کے نور کو ہر سو پھیلانے اور کفر وشرک کی تاریکیوں کو دور کرنے کے لیے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ مقالات کاظمی کے مصنف نے بھی اس میں اپنے افکار کو بیان کیا ہے۔ جس کا بنیادی مقصد بھی توحید کے پیغام کو عام کرنا ہے۔ تاکہ امت مسلمہ کا تعلق صرف اپنے مالک وخالق سے استوار ہو، اور جن کے دلوں میں وجود باری تعالیٰ کے حوالے سے تشکیک پائی جاتی ہے، ان کی تسلی

[3]۔ الانبیاء: 25

قلب کا سامان ہو۔ چنانچہ اس حوالے سے مقالات کاظمی اور خطبات کاظمی میں توحید کے مختلف عنوانات سے مضامین شائع ہوتے رہے،اور عقیدہ توحید کا صحیح تصور جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے،اس کو اجاگر کرنے کی علمی و تحقیقی مضامین شائع ہوئے ہیں۔ان مضامین پر تبصرہ کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ توحید کے مفہوم کو بیان کیا جائے۔

توحید کا معنی و مفہوم

توحید کا شرعی واصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے،امام ابو جعفر الطحاوی فرماتے ہیں:

نقول فی توحید الله معتقدین بتوفیق الله تعالی: ان الله واحد لاشریك له ۔ ولا شيء مثله ولا شئ یعجزه ۔ولاالٰه غیره ۔ قدیم بلاابتداء، دائم بلا انتهاء، لایفنی ولایبید ۔ ولایکون الامایرید ۔لاتبلغه الاوهام ولاتدرکه الافهام۔ ولایشبهه الانام ، حی لایموت ، قیوم لاینام ۔ خالق بلاحاجة۔ رازق بلامئونة، ممیت بلامخافةٍ ، باعث بلامشقة۔[4]

"ہم اللہ رب العزت کی توحید پر اعتقاد رکھتے ہوئے،اسی کی توفیق سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کی ذات یکتا و یگانہ ہے، اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ، کوئی شئ اس کی مثل نہیں اور کوئی چیز اسے عاجز اور کمزور نہیں کر سکتی،اس کے سواء کوئی لائق عبادت نہیں۔وہ قدیم ہے جس کے وجود کے لیے کوئی ابتداء نہیں ،وہ زندہ جاوید ہے جس کے وجود کے لیے کوئی انتہاء نہیں۔اس کی ذات کو فنا اور زوال نہیں۔اس کے ارادہ کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔اس کی حقیقت کو انسانی فکر نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی انسانی عقل و فہم اس کا ادراک کر سکتی ہے۔لوگوں میں کوئی اس کا مشابہ نہیں، وہ ازل سے زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی اور وہ ایسا قائم ہے کہ نیند سے پاک ہے۔بغیر کسی محتاجی کے ہر چیز کا خالق ہے،بغیر محنت کے سب کا رازق ہے۔بغیر کسی کے خوف کے موت دینے والا اور بغیر کسی مشقت کے دوبارہ زندہ کرنے والا ہے۔"

عقیدہ توحید اور مقالات کاظمی

عقیدہ توحید کے باب میں علماء نے بہت کچھ لکھا ہے اور وہ کتب ورسائل اور مختلف جرائد کی صورت میں موجود ہے۔سب نے اپنے تئیں اس مسئلے کو بیان کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔اس حوالے سے جب ہم مقالات کاظمی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں بہت سے علمی نکات دیکھنے کو ملتے ہیں۔

4۔الحاوی،احمد بن سلامہ العقیدۃ الطحاویۃ مرکز الخدمات الابحاث،ص،9

اس حوالے سے ان مضامین کی فہرست بیان کی جاتی ہے اور اس کے بعد ان پر تبصرہ کیا جائے گا۔

1۔ضرورت توحید		ج1،ص30
2۔توحید وشرک		ج3،ص1
3۔توحید واتباع رسول		ج4،ص28
4۔توحید ورسالت		ج4،ص221
5۔معارف توحید	خطبات کاظمی	ج3،ص182
6۔وحدت الوجود	خطبات کاظمی	ج2،ص14

ضرورت توحید

یہ مضمون مقالات کاظمی کی جلد اول میں شائع ہوا ہے۔اس مضمون میں علامہ کاظمی علیہ الرحمہ نے بنیادی طور پر دو باتوں کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ایک یہ بندہ محتاج ہے کہ اس کا رب ایک ہو اور دوسرا یہ ہے کہ رب تعالی کی ذات واحد ویکتا ہے اس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ بھی انسانیت کی احتیاج تھی جس کی بنا پر قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں اس کے دلائل بیان کیے گئے ہیں۔ان دو بنیادی نکتوں پر علامہ کاظمی علیہ الرحمہ نے اپنے اس مضمون پر بحث کی ہے۔

پہلے نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ کاظمی علیہ الرحمہ نے انسان کی احتیاج کو بیان کیا ہے اور اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ انسان کو اس بات کی احتیاج ہے کہ وہ اپنے مالک وخالق کا قرب حاصل کرے اور اس تک رسائی حاصل کرے۔کیونکہ انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے ایک جسم،دوسرا روح۔جسم کی ضروریات عالم اسباب میں عناصر اربعہ ہیں اور روح کی بنیادی حاجت قرب خداوندی اور وصول الی اللہ ہیں۔روح کی اس بنیادی حاجت کے بارے لکھتے ہیں:

> "عالمِ ارواح میں اللہ تعالی نے تمام ارواح ونفوس بنی ادم کو جمع کر کے فرمایا"الست بربکم"(کیا میں تمہارا رب نہیں؟)سب نے جواب دیا"بلی"(کیوں نہیں،تو ہمارا ضرور رب ہے!)ہر ایک کا بلا تامل اللہ تعالی کی ربوبیت کا اقرار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ معرفت الٰہیہ کا جوہر مقدس بلا استثناء ہر ایک کے اندر موجود تھا۔ادنی

تامل سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ یہی جوہر ارواح بنی آدم میں انس کا مبداء ہے جس کی وجہ سے انسان کو انسان کہا جاتا ہے۔"[5]

قرآن کریم میں اس اقرار کی تفصیل کچھ یوں ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ [6]

ترجمہ: اور (یاد کیجیے) جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا اور ان کو خود ان کے نفسوں پر گواہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! ہم (اس پر) گواہی دیتے ہیں، (یہ گواہی اس لیے لی ہے) تاکہ قیامت کے دن تم یہ (نہ) کہہ دو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔

یہ اقرارِ بلیٰ بتاتا ہے ارواحِ بنی آدم میں مبداء انس موجود ہے، بایں طور انسان، انسان کہلاتا ہے۔ حُبِ خدا لیے جب روح انسانی قالب میں آئی تو اس کا وہ جذبہ ابھرا جس کا وہ اقرار کر کے آئی تھی۔ اس جذبہ محبت نے انسان کو تلاشِ خالق پر ابھارا اور وہ اپنے رب کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ لیکن ارواح سعداء کے علاوہ بقیہ ارواح نے ٹھوکر کھائی اور ذریعہ تلاش غلط ہونے کی وجہ سے رب تعالی سے قریب ہونے کے بجائے دور ہوتی چلی گئیں۔ اس لیے اس بھٹکتے ہوئے انسان کو راہ راست لانے اور اپنے خالق و مالک کے ساتھ رشتہ استوار کرانے کے لیے اللہ تعالی نے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔

دوسرا بنیادی نکتہ

یہ ہے کہ مسئلہ توحید محتاج دلیل نہیں ہے۔ "الست بربکم" سے معرفت خداوندی بھی حاصل ہو چکی تھی پھر کتابیں اور رسول بھیجنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ کاظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"اس عالم قید و بند میں ارواحِ منکرین اپنے ماحول سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ ان کا جوہر معرفت جہالت سے تبدیل ہو گیا۔ جو روحیں عالم ارواح میں بلی کہہ کر اپنے

---

[5] کاظمی، سید احمد سعید، مقالات کاظمی، ج،1، ص،31

[6] الاعراف:172

رب کی ربوبیت کا اقرار کر کے یہاں آئی تھیں وہ اس دنیا میں اس کی نفی پر دلائل سوچنے لگیں اور یقین و معرفت کی دولت سے محروم ہو کر شکوک و شبہات کی ذلت میں مبتلا ہو گئیں۔ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں انہیں بھٹکی ہوئی روحوں کے لیے اپنی ذات وصفات اور وحدانیت کے اثبات پر دلائل و براہین قائم فرما کر ان کی اصل فطرت کے تقاضا کو پورا فرمایا۔"[7]

اس اقتباس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی معرفت پر جو دلائل قائم فرمائے یا جو انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا یہ بھی انسان کی اصل فطرت کا تقاضا تھا اس تقاضا کے پیش نظر یہ دلائل قائم فرمائے۔ ذیل میں چند قرآنی دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ؀[8]

اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا معبود ہوتے تو وہ ضرور درہم برہم ہو جاتے، سو اللہ جو رب العرش ہے وہ ان چیزوں سے پاک ہے جو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں

الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ [9]

ترجمہ: جس نے ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان بنائے (اے مخاطب!) تو رحمن کے نظم تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا، پس دوبارہ دیکھ کیا تو (ان میں) کوئی شگاف دیکھتا ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ڛ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ Ǻ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ Ą۝[10]

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور نور کو پیدا فرمایا: پھر (بھی) کفار اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کو) برابر قرار دیتے ہیں۔ وہی ہے

[7] کاظمی، سید احمد سعید، مقالات کاظمی، ج،1، ص34

[8] ۔الانبیاء:22

[9] ۔الملک:3

[10] ۔الانعام:1:2

جس نے تم کو مٹی سے پیدا فرمایا ‘پھر مدت (حیات) مقرر فرمادی، اور قیامت کا معین وقت اللہ ہی کے پاس ہے اور تم لوگ شک کرتے ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۭ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۔ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۔ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ [11]

ترجمہ: بیشک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے ‘وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے ‘یہی تو اللہ ہے، تم کہاں بھٹک رہے ہو۔ وہ رات کو چاک کر کے صبح نکالنے والا ہے ‘اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لیے ‘یہ بہت غالب اور بے حد علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستاروں کو بنایا تاکہ تم ان سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کرو ‘بیشک ہم نے علم والے لوگوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۔ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ [12]

ترجمہ: وہی ہے جس نے تم (سب) کو ایک نفس سے پیدا کیا ‘پھر ہر ایک کے ٹھیرنے کی جگہ اور اس کی سپردگی کی جگہ ہے، بیشک ہم نے سمجھنے والے لوگوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں۔ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس سے ہر قسم کی نباتات اگائی ‘پھر اس سے سرسبز کھیت اور درخت پیدا کیے ‘پھر ان سے تہ بہ تہ لگے ہوئے دانے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے پیدا کیے جو جھکے پڑتے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغ اگائے جو ملتے جلتے بھی ہیں اور مختلف بھی ہیں ‘جب یہ درخت پھل لائیں تو ان کے پھل اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو ‘بیشک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔

---

[11]۔الانعام:96،95۔97

[12]:الانعام:98

اثبات توحید کے دلائل کے بعد علامہ کاظمی علیہ الرحمہ نے توحید کا معنی و مفہوم اور توحید کے مراتب بیان فرمائے ہیں۔ اور اس مضمون کے آخر میں توحید کی معرفت اور اس کی پہچان کا سب سے بڑا ذریعہ اور وسیلہ رسالت کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"بنی نوع انسان کو ایک مرکز پر لانے کا کوئی طریقہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا کہ انہیں معبود واحد کی وحدانیت کے اعتقادی مرکز پر جمع کر دیا جائے لیکن فطرت انسانی محض عقل کی روشنی میں اس مرکز وحدت تک پہنچنے میں کسی ایسی دلیل کی محتاج تھی جو صحیح معنی میں اسے منزل مقصود تک پہنچادے۔ اور تمام بنی نوع انسان کے لیے ایسی کامل اور قطعی دلیل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ رسالت توحید کی دلیل ہے اور اس میں شک نہیں کہ کلمہ طیبہ لاالٰہ الااللہ دعوی ہے اور محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے۔"[13]

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وصول اللہ اور قربِ خداوندی کا سب سے بڑا ذریعہ اور وسیلہ رسالت ہے۔ اس کی دلیل، ہمیں قرآن کریم سے بھی ملتی ہے: چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ [14]

ترجمہ: کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب کو موت آئی؟ جب یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اور آپ کے باپ دادا ' ابراہیم 'اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی ایک معبود کی اور ہم سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔

اس آیت کریمہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب یہ استفسار کیا کہ میرے بعد کس کی عبادت کروگے تو ان کے بیٹوں کہاں ہم اس اللہ کی عبادت کریں گے جو آپ کا آپ کے آباء کا رب ہے۔ اور اس کے بعد جن کا نام لیا ہے وہ رسالت کے مرتبہ پر فائز ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی توحید وہی ہے جو رسالت کے ذریعے سے سمجھ میں آئے اور جسے مانا جائے۔ اور یہی سب سے بڑا ذریعہ ہے وصول اللہ کا۔

توحید و شرک

[13] کاظمی، سید احمد سعید، مقالات کاظمی، ج 1، ص 45

[14] ۔البقرہ، 133

یہ مضمون "مقالات کاظمی" کی تیسری جلد میں شائع ہوا۔اس میں توحید کا معنی و مفہوم، توحید و شرک میں بنیادی فرق، انسانی زندگی پر اس کے اثرات اور مشرکین کے اعتقاد کی وضاحت پیش کی گئی ہے۔

توحید و شرک کے درمیان فرق کو بیان کرتے ہوئے علامہ کاظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

> "جو صفات اللہ تعالی کی ہیں یعنی کسی کی عطا کردہ نہیں وہی کسی اور کے لیے ثابت کرنا شرک ہے۔اور ان صفات سے شرک لازم نہیں آتا جو اللہ تعالی نے کسی کو بخشی ہیں۔اگر انسانوں کو اللہ تعالی نے صفات نہ بخشی ہوں تو پھر نہ کوئی سننے والا ہو نہ دیکھنے والا ہو، نہ زندہ ہو، نہ کوئی علم والا ہو۔پس ہم یہی کہیں گے کہ جو صفات اللہ تعالی کی ہیں وہ بندے کی نہیں ہو سکتیں۔اللہ تعالی کی صفات ازلی وابدی ہیں۔ بندے کی عارضی ہیں اللہ تعالی کے کمالات بغیر کسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور انسان کے کمالات اللہ تعالی کے بخشے ہوئے ہیں۔"[15]

اس عقیدہ کی وضاحت قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے۔حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے:

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَہَیْـَٔۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰہِ ۚ وَاُبْرِیُٔ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ ۚ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِکُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ [16]

میں تمہارے لیے پرندہ کی طرح ایک صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑنے والی ہو جاتی ہے اور میں اللہ کے اذن سے مادر زاد اندھے اور برص زدہ کو شفا دیتا ہوں اور میں اللہ کے اذن سے مردہ کو زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں اس چیز کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو ' اگر تم مومن ہو تو بیشک ان سب چیزوں میں تمہارے لیے قوی نشانی ہے

[15]۔کاظمی، سید احمد سعید، ج،3 ص،3

[16]۔البقرہ،259

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جو کام اذن الٰہی سے صادر ہو وہ شرک نہیں ہوتا۔ جہاں سے اذنِ الٰہی کا عقیدہ چلا گیا سمجھو توحید کا عقیدہ بھی چلا گیا۔ اسی لیے تخلیق کرنا، شفادینااور زندہ کرنا یہ تمام کام اللہ تعالی کے ہیں لیکن حضرت عیسی علیہ السلام نے ان تمام کاموں کو اپنی طرف منسوب کر کے بتلادیا کہ اذنِ الٰہی سے اللہ کے مقرب بندے جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

اس ضمن میں علامہ کاظمی علیہ الرحمہ نے جو تقریر پیش کی ہے وہ ایک حدیث پر مبنی ہے۔ جس میں بندگانِ خدا کے قرب الٰہی کے مقام پر فائز ہونے کے بعد رب تعالی کی خصوصی عنایت و نظر کرم ہوتی ہے اور وہ معراجِ انسانیت کے کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ وہ حدیث درج ذیل ہے:

عَنْ أَبِي هرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّه صَلَّى الله عَلَيْه وَسَلَّمَ: " إِنَّ اللَّه قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُه بِالحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْه، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّه، فَإِذَا أَحْبَبْتُه: كُنْتُ سَمْعَه الَّذِي يَسْمَعُ بِه، وَبَصَرَه الَّذِي يُبْصِرُ بِه، وَيَدَه الَّتِي يَبْطِشُ بِها، وَرِجْلَه الَّتِي يَمْشِي بِها، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّه، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّه۔[17]

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی نے فرمایا جس نے میرے ولی سے عداوت کی اس سے اعلان جنگ ہے۔ اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بری چیز سے بچنا چاہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ کاظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

---

[17]۔ بخاری، محمد بن اسمٰعیل، ج ص 6502

"بندہ جب اللہ تعالی کا قرب حاصل کرلیتاہے تو اللہ تعالی کی صف سمع بصر اور قدرت کے انوار بندے کی سمع، بصر اور قدرت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں اور اس طرح یہ مقرب بندہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتاہے یعنی یہ بندہ اللہ تعالی کے نور سمع سے سنتاہے، اسی کے نور بصر سے دیکھتاہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتاہے۔ نہ خدا بندے میں حلول کرتاہے نہ بندہ خدا ہوجاتاہے بلکہ خدا کا یہ مقرب بندہ مظہر خدا ہو کر کمال انسانیت کے اس مرتبہ پر فائز ہوتاہے جس کے لیے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔"[18]

اس حدیث پاک سے معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالی کے مقرب بندے ذات باری کی خصوصی نوازشات کی بدولت عام لوگوں سے مختلف اور ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اس اعزازی شرف کی بدولت اللہ تعالی کے اذن سے تصرف بھی فرماتے ہیں۔ یہ ان کا تصرف کرنا کوئی ذاتی کمال نہیں ہوتا بلکہ محض توفیقِ خداوندی ہی سے ممکن ہوتاہے جس کا ذکر حدیث پاک میں آیاہے۔ اسی حدیث کی شرح میں امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ إِذَا وَاظَبَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ إِلَى الْمَقَامِ الَّذِي يَقُولُ اللَّه كُنْتُ لَه سَمْعًا وَبَصَرًا فَإِذَا صَارَ نُورُ جَلَالِ اللَّه سَمْعًا لَه سَمِعَ الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ بَصَرًا لَه رَأَى الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ يَدًا لَه قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْبَعِيدِ وَالْقَرِيبِ.[19]

ترجمہ: اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہیشگی اختیار کرلیتاہے تو اس مقام تک پہنچ جاتاہے جس کے متعلق اللہ تعالی نے کنت لہ سمعاً وبصراً فرمایاہے جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہوجاتاہے تو وہ دور و نزدیک کی آوازوں کو سن لیتاہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہوگیا تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لتیاہے اور جب

[18]۔ کاظمی، سعد احمد سعید، مقالات کاظمی، ج،3 ص10

[19]۔ رازی، ابوعبداللہ محمد بن عمر، تفسیر کبیر، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ج،21،436

یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جائے تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

مشرکین اپنے بتوں کے لیے جس اختیار کو مانتے تھے وہ بایں طور تھا کہ ان پتھروں اور بتوں کو اللہ تعالی نے اختیار دے رکھا اور اذن دے دیا ہے حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط تھیں۔ جب کہ انبیاء و اولیاء کے لیے اذنِ الٰہی کے ساتھ شفاعت اور دوسرے تصرفات کو ماننا قرآن واحادیث سے ثابت ہے۔ مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء و صلحاء اگر تصرف کرتے ہیں تو اذن الٰہی سے ہی کرتے ہیں۔

علامہ کاظمی علیہ الرحمہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کفار مکہ تو خدا پر یہ بہتان باندھتے تھے کہ خدا نے ان پتھروں اور بتوں کو اختیار دے رکھا ہے اور اذن دے دیا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا اور جب ہم نے ان انبیاء و اولیاء پر اذن کی شرط لگائی تو شرک دور ہو گیا اور ان کے اختیار کو ثابت کر دیا تو کفر بھی جاتا رہا۔ الحمدللہ! ہم باذن اللہ کا اعتقاد کر کے شرک سے پاک اور انبیاء و اولیاء کے اختیارات ثابت کر کے کفر سے بھی پاک ہیں۔"[20]

اس اقتباس سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ وہ آیات جو بتوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں انہیں مسلمانوں پر چسپاں کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمان جس طرح کا عقیدہ انبیاء و صلحاء کے بارے میں رکھتے ہیں وہ قرآن کریم واحادیث سے ثابت شدہ ہے۔ لہٰذا اس طرح کی سوچ و فکر کی نفی ہونی چاہیے جس میں قرآن واحادیث سے تصادم لازم آتا ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما نے جب کچھ لوگوں کو وہ قرآنی آیات جو بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہوئے دیکھا تو ان کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہما کا جو نظریہ تھا اسے امام بخاری علیہ الرحمہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

وکان ابن عمر یراھم شرارخلق اللہ وقال انھم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین۔[21]

---

[20]۔ کاظمی، سعد احمد سعید، مقالات کاظمی، ج 3، ص 12۔13

[21]۔ بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج، ص،

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کو ساری مخلوق سے برا جانتے تھے اور فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنا طریقہ اپنالیا ہے کہ جو آیات کفار ومشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کو مؤمنوں پر چسپاں کر دیتے ہیں۔

توحید واتباع رسول

یہ مضمون "خطبات کاظمی" کے حصہ چہارم میں شائع ہوا ہے۔ درحقیقت یہ علامہ کاظمی علیہ الرحمہ کی تقریر ہے جو انہوں نے میلاد مصطفی ﷺ کے موقع پر فرمائی۔ اس محفل پاک کا انعقاد شارجہ یعنی متحدہ عرب امارات میں ہوا تھا۔[22]

اس مضمون کو دو حصوں میں بیان کیا گیا ہے ایک توحید باری تعالی اور دوسرا اتباع رسول ﷺ۔ پہلے حصے میں رب تعالی کی وحدانیت پر دلائل دیے ہیں اور اس کے ساتھ یہ بات بھی قرآن وسنت سے ثابت کی ہے کہ اب وہی توحید حقیقت میں توحید قرار پائے گی جس میں اتباع مصطفی ﷺ ہو۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسی علیہ السلام تک جتنے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے سب ہدایت کا پیغام لے کر آئے انہوں نے اپنی امت کو توحید کا پیغام دیا لیکن ان امتوں کے بعض افراد نے اس میں تحریف کر دی نہ صرف عقیدہ توحید میں تحریف کی بلکہ شرائع واحکام بھی بدل ڈالے۔

بالآخر نبی رحمت ﷺ خاتم النبین کا تاج پہن کر اس دنیا میں تشریف لائے، جن کی تعلیمات تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کا مھیمن تھیں اور اللہ تعالی نے پوری دنیائے انسانیت کو دعوت دی اب اس رسول کی اتباع وپیروی کر لو قیامت کے دن کامیاب وکامران ہو جاؤ گے کیونکہ اللہ تعالی نے اس نبی رحمت ﷺ کی امت سے شرک جیسے ناپاک عقیدہ کو ہمیشہ کے لیے ختم فرما دیا ہے۔

علامہ کاظمی علیہ الرحمہ اس بارے فرماتے ہیں:

> "دنیا کے انسان شرک میں مبتلا رہے، کسی نے سورج کو پوجا، کسی نے چاند کو معبود بنالیا، کسی نے زمین کی پرستش کی، کسی نے آسمان کے آگے آسن مارے، کسی نے عناصر کے سامنے جبین رکھ دی، کسی نے جواہر کو مسجود سمجھا اور کسی نے

[22]۔ کاظمی، سعد حمد سعید، خطبات کاظمی، ج،4، ص،28

مو الید کے آگے جھکنا عبادت تصور کر لیا وہ کونسی چیز ہے کہ جس کو انسان نے نہ پوجا ہو اور اس کی عبادت نہ کی ہو۔ دنیا کے انسان اس شرک میں مبتلا رہے، حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام نے ان کو توحید کی دعوت دی تھی اور اللہ تعالی کی پرستش کا حکم دیا تھا۔ مگر لوگوں نے انبیاء کرام کے پیغام کو ترک کر دیا اور ان کے دامن رحمت کو چھوڑ دیا اور شرک کے گڑھے میں گر گئے اور اپنی عاقبت تباہ کر ڈالی لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتی۔"[23]

علامہ کاظمی علیہ الرحمہ کی یہ تقریر نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے مستفاد ہے جس میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولٰکن اخاف علیکم ان تنافسوفیها۔[24]

یعنی تم پر شرک کا تو خوف نہیں کرتا مجھے اندیشہ یہ ہے کہ تم دنیا سے رغبت کرنے لگو گے۔

اس حدیث کے تناظر میں علامہ کاظمی علیہ الرحمہ کے نزدیک حضور ﷺ کی امت میں شرک نہیں ہو سکتا اگر شرک کے پیدا ہونے کی گنجائش ہوتی تو پھر لازم تھا کہ اللہ تعالی اپنے دستور کے مطابق انبیاء کو مبعوث فرماتا۔ حالانکہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اب آپ ﷺ کی اتباع واطاعت سب کچھ ہے۔ قرآن کریم اس لیے آپ ﷺ کی اتباع پر زور دیتا ہے۔ چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰه فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰه وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰه غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[25]

ترجمہ: آپ کہہ دیں اگر ہو تم محبت کرتے اللہ تعالی کے ساتھ پس تم میری پیروی کرو اللہ تعالی تمہارے ساتھ محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه۔[26]

---

[23] ایضا

[24]۔ بخاری محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، ج،1، ص،179

[25]۔ العمران:31

[26]۔ النساء:70

ترجمہ: جو شخص اطاعت کرے گا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی، پس بتحقیق اس نے اطاعت کی اللہ تعالی کی۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ االنَّبِيَّ الْاُمی الَّذِيْ يَجِدُوْنَه مَكْتُوْبًا عِنْدَہِمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُہِمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْہٰہِمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَہمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْہِمُ الْخَبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْہمْ اِصْرَہمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْہِمْ ۭفَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْه وَنَصَرُوْه وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ ہمُ الْمُفْلِحُوْنَ ١٥٧ۧ[27]

ترجمہ: جو اس عظیم رسول نبی امی کی پیروی کریں گے جس کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو ان کو نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا جو ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرے گا اور ناپاک چیزوں کو حرام کرے گا جو ان سے بوجھ اتارے گا، اور ان کے گلوں میں پڑے ہوئے طوق اتارے گا، سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور اس کی نصرت اور حمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيعًۨا الَّذِيْ لَه مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰه اِلَّا ہوَ يُحْيٖ وَيُمِيتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰه وَرَسُوْلِه النَّبِيِّ الْاُمی الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰه وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْه لَعَلَّكُمْ تَہتَدُوْنَ[28]

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے: "لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ لٰہذا اللہ اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کے ارشادات پر ایمان لاتا ہے اور اسی کی پیروی کرو۔ امید ہے کہ تم راہ راست پالو گے"۔

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ سابقہ امتیں ہوں یا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم ہو سب کی دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی اور نجات کا ذریعہ رحمتِ دوعالم ﷺ کی اتباع و پیروی ہے۔ رب تعالی کی معرفت کا سب سے بڑا ذریعہ اور وسیلہ بھی آپ ﷺ ہیں۔

---

[27] ۔الاعراف:157

[28] ۔الاعراف:158

معارف توحید

یہ مضمون خطبات کاظمی ج 3 میں شائع ہوا اور یہ بھی در حقیقت علامہ کاظمی علیہ الرحمہ کی تقریر ہے جو انہوں نے انوار العلوم میں منعقدہ ایک جلسہ میں فرمائی اور اسے بعد میں صفحات کی زینت بنایا گیا۔ اس میں علامہ صاحب نے معارف توحید بیان فرمائے ہیں۔ اس میں بنیاد کلمہ طیبہ کو بنایا گیا ہے جس کا ایک جزء توحید اور دوسرا رسالت پر مبنی ہے یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

اس مضمون میں توحید کے ساتھ ساتھ اس بات کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ بعض صفات جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں انہیں رسالت مآب ﷺ کی ذات میں بایں طور ماننا کہ آپ ﷺ اس صفت کا مظہر ہیں منافی توحید نہیں ہے۔ اس طرح کی بہت سی صفات ہیں جو قرآن کریم نے رب تعالیٰ کے لیے بیان فرمائی ہیں لیکن وہی صفات انسان کے اندر بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً علم، سمع، بصر، خلق، کریم، مہربان، شفقت و رحمت وغیرہ۔ تو ان میں بنیادی فرق کیا ہے ؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ہمارے اندر سماع، بصر اور علم ہے یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے یہ مستقل نہیں ہے۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام کا علم غیب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے مستقل نہیں ہے۔ اگر صفت خلق اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کو دی ہوئی ہے تو وہ بھی عطائی ہے مستقل نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے کہیں تمہیں، کہیں فرشتوں کو اور کہیں رسولوں کو کریم فرمایا اور قرآن نے اعلان فرمایا کہ "انہُ لقول رسول کریم" وہ تو قول ہے رسول کریم کا۔ تو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کریم اور رحمت کا آئینہ اپنے رسولوں کو بنایا ہے جس کے اندر رحمت کا جذبہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے صفت رحمت کا مظہر ہے۔"[29]

ان صفات سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بھی نوازا ہے لیکن فرق وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ تمام صفات ذاتی ہیں اور مخلوق کے لیے عطائی ہیں قرآن کریم کی آیات اس پر شاہد ہیں: ارشاد فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْه مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ [30]

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے ہیں تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں۔

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو رؤوف اور رحیم کہا گیا ہے اور یہی صفات قرآن کریم نے اللہ تعالی کی بیان کی ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ صفات رب تعالی کی ذاتی، ازلی وابدی ہیں اور نبی کریم ﷺ کے لیے عطائی ہیں۔اسی طرح آپ ﷺ کی رب تعالی کی ان صفات کا مظہر کامل ہیں۔

اسی طرح حضرت جبریل علیہ السلام جب سیدہ مریم سلام اللہ علیھا کے پاس تشریف لائے تو سیدہ کے استفسار پر جبریل امین فرمایا:

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ گ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا [31]

ترجمہ: فرشتہ نے کہا میں تو صرف تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تمہیں ایک پاکیزہ بیٹا دوں

اس آیت کریمہ میں بھی بیٹا عطا کرنے کی نسبت حضرت جبریل امین اپنی طرف کی ہے جو اسناد مجازی کو مستلزم ہے۔ لہٰذا بیٹا عطا کرنا تو اللہ تعالی کا فعل ہے لیکن چونکہ اس کا سبب اور ذریعہ جبریل امین کی وہ پھونک مبارک تھی جو انہیں اللہ تعالی نے انہیں ودیعت کی تھی اس لیے فرمایا کہ میں تمہیں بیٹا عطا کروں۔

اس طرح کی بے شمار مثالیں قرآن کریم میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی فاعل حقیقی ہے لیکن وہ اپنے فعل کا مظہر اپنی مخلوق کو بنا دیتا ہے جن میں سے اس کے خاص بندے انبیاء واولیاء بھی شامل ہیں۔

اس مضمون میں ایک اہم بات جو علامہ صاحب نے بیان فرمائی وہ یہ کہ ہماری وہی توحید معتبر ہوگی جو رسالت مآب ﷺ نے سکھلائی ہے اس کے علاوہ توحید کا اعتبار نہیں ہو سکتا۔اس لیے آپ ﷺ کو ہم اپنے جیسا بشر نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہماری ہر بات کا اعتبار اور اعتماد نہیں کیا جاتا ہے۔جب کہ آپ ﷺ کی ہر بات قابل اعتبار ہے۔اس حوالے سے ایک کا ترجمہ علامہ کاظمی علیہ الرحمہ نے پیش فرمایا ہے جس کو متن کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

---

[30] ۔التوبہ:128

[31] المریم:19

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُه مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ أُرِيدُ حِفْظَه، فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ، فَقَالُوا: إِنَّكَ تَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُه مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا، فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: " اكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِه مَا خَرَجَ مِنِّي إِلَّا حَقٌّ "[32]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی ہر حدیث لکھ لیا کرتا تھا کہ قریش کے کچھ لوگوں نے مجھے آکر کہا کہ وہ تو بشر ہیں کبھی غصے میں بات کرتے ہیں اور کبھی راضی ہو کر۔ پس میں نے (حضور ﷺ کی ہر بات کو) لکھنا روک دیا، پھر میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: لکھ لیا کرو کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان اس دہن پاک سے حق کے سوا کچھ جاری نہیں ہوتا۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی بشریت عام لوگوں سے بالکل ہی ممتاز و منفرد ہے کیونکہ عام بشر کی ہر بات قابل اعتبار نہیں لیکن آپ ﷺ کی ہر بات قابل اعتبار واعتماد ہے۔ حالانکہ توحید بھی وہی قابل اعتبار ہے جو آپ ﷺ سے سن کر قبول کی جائے۔ تبھی تو رب تعالی اپنی توحید کا اعلان یوں فرماتا ہے: قل ھو اللہ احد۔ (اے حبیب ﷺ آپ فرما دیجیے! وہ اللہ ایک ہے)

مباحث الٰہیات کا جائزہ

عقیدہ توحید اسلام کا وہ بنیادی عقیدہ ہے جس کے لیے اللہ تعالی نے اپنے نبیوں کو مبعوث فرمایا اور کتابیں نازل فرمائیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ و تعلیم کا اصل مقصود بھی توحید ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ نے انسانیت کو ایک خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے ہزاروں بتوں کے سامنے جھکنے والے انسانوں کو ایک خدائے وحدہ لاشریک کے سامنے جھکا دیا۔ آپ ﷺ کی دی ہوئی

[32] احمد بن حنبل، محمد بن احمد، مسند الامام احمد بن حنبل، ج، 11، ص، 57

تعلیمات کو آپ ﷺ کے اصحاب نے احسن انداز میں آگے پہنچایااور پھر علماء وفقہاء نے اسی سلسلہ کو جاری وساری فرمایاجو آج تک جاری ہے۔اوران شاءاللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ کا شمار بھی جید و محقق علماء میں ہوتا ہے۔ جنھوں نے اپنی خداداد علمی صلاحیتوں سے بے شمار لوگوں کو ظاہری و باطنی طور پر مستفیض فرمایا۔ آپؒ کے مقالات بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ جن میں اصلاحِ عقائد واعمال کے ساتھ ساتھ معاشرتی واخلاقی مضامین پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

عقائد کے باب میں عقیدہ توحید ورسالت کی جو تشریح وتوضیح کی گئی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ توحید کے باب میں جس بات کو زیر بحث لایا گیاوہ یہ ہے کہ توحید بغیر رسالت کے سمجھ نہیں آسکتی۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے مقالات میں توحیدورسالت کوایک دوسرے کے لیے ضروری قرار دیاہے۔ضرورت توحید کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"بنی نوع انسان کو ایک مرکز پر لانے کا کوئی طریقہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا کہ انہیں معبود واحد کی وحدانیت کے اعتقادی مرکز پر جمع کر دیا جائے لیکن فطرت انسانی محض عقل کی روشنی میں اس مرکز وحدت تک پہنچنے میں کسی ایسی دلیل کی محتاج تھی جو صحیح معنی میں اسے منزل مقصود تک پہنچادے۔ اور تمام بنی نوع انسان کے لیے ایسی کامل اور قطعی دلیل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ رسالت توحید کی دلیل ہے اوراس میں شک نہیں کہ کلمہ طیبہ لاالٰہ الا اللہ دعوی ہے اور محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے۔"[33]

اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے پہلا اور بنیادی رکن شہادتِ توحیدورسالت ہے۔ جس کی رُو سے ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دے اور ساتھ ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا بھی اقرار کرے کیونکہ ذاتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے بغیر مجرد توحید باری تعالیٰ پر ایمان کا دعوی لغو بے حقیقت اور محض خام خیالی ہے۔

---

[33]۔ کاظمی، سعد احمد سعید، مقالات کاظمی، ج،1، ص45

ایمان واتباع کے باب میں دونوں سے بیک وقت اور ایک ساتھ رشتہ قائم کرنا ہی اسلام کی اصل اور بنیاد ہے اس عقیدے کو دل و دماغ میں راسخ کرنا مبادیاتِ ایمان میں سے ہے۔ ان میں کسی ایک کا بھی انکار کفر ہے۔ نبی آخر الزمان کی بعثت کے بعد اہل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر ایمان لانے سے قبل رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں کیونکہ محض توحید پر ایمان لانا ایمان کی ضمانت فراہم نہیں کرتا، جیسے یہودی توحید پرست تو ہیں لیکن رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں اس لئے کافر کہلاتے ہیں۔

گویا عقیدۂ توحید تب وجود میں آتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی معرفت کا ادراک زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کے درمیان مکالمہ ہوا، جسے قرآن نے ان الفاظ کے ساتھ قیامت تک محفوظ کر لیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيه مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُواْ نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَه آبَائِكَ إبراهيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَقَ إِلَٰها وَاحِدًا وَنَحْنُ لَه مُسْلِمُونَ[34] O

”کیا تم (اس وقت) حاضر تھے جب یعقوب (علیہ السلام) کو موت آئی، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا تم میرے (انتقال کے) بعد کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق (علیہم السلام) کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبودِ یکتا ہے، اور ہم (سب) اسی کے فرماں بردار رہیں گے O“

حضرت یعقوب علیہ السلام یہ سن کر خاموش اور مطمئن ہو گئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ تو یہ پوچھ رہے تھے کہ کس کی عبادت کرو گے۔ جواب بڑا سادہ سا تھا۔ اگر وہ صرف اتنا کہہ دیتے کہ اللہ کی عبادت کریں گے تو سوال کا جواب مل جاتا لیکن آپ کے صاحبزادوں نے ذاتی علم و عرفان اور معرفتِ حق کی بہ دولت یہ جواب نہیں دیا بلکہ کہا کہ ہم آپ کے اور آپ کے آباؤاجداد کے رب کی عبادت کریں گے۔ پھر کہا وہ ایک ہے اور ہم اسی کو ماننے والے ہیں۔ یہ سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام مطمئن ہو گئے۔ اس ارشادِ باری تعالیٰ سے پتہ چلا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بھی بیٹوں کی زبان سے یہ اطمینان کرنا چاہتے تھے کہ آیا ان کے بیٹے باری تعالیٰ کی ذات

---

[34]۔ البقرہ، 133

تک رسائی اپنی عقل و دانست سے حاصل کرنا چاہتے ہیں یا واسطۂ نبوت سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی فرد اپنی عقل پر اعتماد کرنے کی بجائے اللہ کو اس لئے رب مانے کہ زبانِ نبوت نے اعلان کر دیا اور اس کی جبین نیاز رسالت کے سامنے جھکی رہے تو پھر اس کے بھٹکنے کا امکان اور شائبہ نہیں ہو گا۔

عقیدۂ توحید خود وسیلۂ رسالت کا طالب ہے

جب تک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کو ایک جاننے کے علم میں واسطہ اور وسیلہ نہیں بنے تب تک وہ علم محض ایک تصور تھا عقیدۂ توحید نہیں تھا۔ فلسفہ تھا ایمان نہیں تھا، فلسفہ سے ترقی پا کر ایمان تب بنا جب اس علم کو وسیلہ رسالت نصیب ہوا۔ گویا عقیدۂ توحید یعنی ایمان باللہ وسیلۂ نبوت و رسالت کے بغیر وجود میں نہیں آتا۔ بالفاظ دیگر عقیدۂ توحید کا اثبات وسیلۂ رسالت سے ہوتا ہے۔ اس طرح عقیدۂ توحید ایک ایسی مسلمہ حقیقت بن گیا کہ دنیا کی کوئی قوت اس کو رد نہیں کر سکتی۔

ایمان ذاتی علم کی بجائے خبرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انحصار کا نام ہے

یہاں ایمان کے ایک اور نکتہ کو سمجھ لینا ضروری ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو اس وقت دنیا کے پاس اپنے ذرائع سے جو دستیاب علم تھا، اگر اس کی اساس پر انسان اس نتیجے تک پہنچتا کہ خدا ایک ہے اور بہ فرضِ محال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ دین لے کر آئے تھے، فرما دیتے کہ خدا ایک نہیں، دو یا تین ہیں تو ایمان باللہ کے باب میں ایک خدا کی بجائے دو یا تین خداؤں کو ماننا لازم ہو جاتا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے ماہ ذوالحجہ، شہرِ مکہ اور یومِ عرفہ کے بارے میں استفسار فرمایا۔ انہوں نے اللہ ورسولہ اعلم کہہ کر بے خبری کا عملی مظاہرہ کیا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ذہنوں میں موجود علم کے برعکس کوئی اور بات بھی کہہ دیتے تو وہ اس کو بھی مان لیتے۔ بخاری شریف کی روایت ہے:

عَنْ أَبِيْ بَكرَةَ رضى الله عنه قَالَ : خَطَبَنَا النَّبِيُ صلى الله عليه وآله وسلم يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ : أَتَدْرُوْنَ أَيُ يَوْمٍ ہٰذَا؟ قُلْنَا : االلہ وَرَسُوْلُه أَعْلَمُ، فَسَكتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّه سَيُسَميه بِغَيْرِ اسْمِه، قَالَ : أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قُلْنَا : بَلٰى، قَالَ : أَيُ شَہرٍ ہٰذَا؟ قُلْنَا : االلہ وَرَسُوْلُه أَعْلَمُ، فَسَكتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّه سَيُسَميه بِغَيْرِ اسْمِه، فَقَالَ : أَلَيْسَ ذُوالْحَجَّةِ؟ قُلْنَا : بَلَى، قَالَ : أَيُ بَلَدٍ ہٰذَا؟ قُلْنَا : االلہ وَرَسُوْلُه أَعْلَمُ، فَسَكتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّه سَيُسَميه بِغَيْرِ اسْمِه، قَالَ : أَلَيْسَتْ بِالْبَلْدَةِ الْحَرَامِ؟ قُلْنَا : بَلَى، قَالَ : فَإِنَّ دِمَاءَ كمْ، وَأَمْوَالَكمْ، عَلَيْكمْ حَرَامٌ، كحُرْمَةِ يَوْمِكمْ ہٰذَا، فِيْ شَہرِكمْ ہٰذَا، فِيْ بَلَدِكمْ ہٰذَا، إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكمْ، أَلاَ ہلْ بَلَغْتُ؟ قَالُوْا : نَعَمْ، قَالَ : اللّٰہمَّ

اشْہدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاہدُ الْغَائِبَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ، فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِي كفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكمْ رِقَابَ بَعْضٍ.[35]

''حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم النحر کو ہمیں خطبہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا دن ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاید اس کا کوئی اور نام لیں گے۔ فرمایا: کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے جی ہاں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے جس سے ہم سمجھنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاید اس کا کوئی اور نام لیں گے۔ فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاید اس کا کوئی اور نام لیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ حرمت والا شہر نہیں ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو (پھر یہ بھی جان لو کہ) تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں ہے جب تک کہ تم اپنے رب سے ملو گے (پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) کیا میں نے پیغام پہنچانے کا حق ادا کر دیا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا، ہاں۔ (تب) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اے اللہ! گواہ رہنا (اور فرمایا) حاضر اسے غائب تک پہنچادے۔ بعض اوقات وہ شخص جس تک بات پہنچائی گئی براہ راست سننے والے سے زیادہ یاد رکھتا ہے۔ میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔''

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایمان اپنے علم پر انحصار کرنے کا نام نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر پر انحصار کرنے کا نام ہے یعنی جو کچھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا اس پر اعتماد کرنے کا نام ایمان ہے۔ اگر لوگوں کا مبلغِ علم اور اطلاع اس کی مطابقت میں ہو تو علم صحیح ہے اور اگر ان کا علم رسول

---

[35]۔ بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، ج،2، ص،620، رقم الحدیث،1654

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے علم سے متضاد اور غیر مطابق (inconsistent) ہو جائے تو پھر تمام ذرائع سے اکٹھا کیا ہوا علم غلط ہو گا۔

اقرارِ توحید سے قبل صدقِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار

صحیح بخاری میں آیت کریمہ۔(وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ) [36]

(اور (اے حبیب مکرم!) آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (ہمارے عذاب سے) ڈرایئے۔) کے شانِ نزول کے تحت بیان ہوا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہ صفا پر اہلِ مکہ میں سے اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آ رہا ہے، جو تم پر حملہ کر دے گا تو کیا تم مان لو گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں نے کہا: جی ہاں! ہم مان لیں گے۔

گویا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صداقت کا اقرار اعلانِ توحید سے پہلے کروالیا تاکہ انکار کرنے والوں پر حجت قائم رہے اور اقرار کرنے والوں کی نظر میں بھی توحید پر ایمان لانے سے قبل ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کی اہمیت واوّلیت واضح ہو جائے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیسے مان لو گے؟ تم نے تو وہ لشکر دیکھا ہی نہیں؟ انہوں نے کہا: آپ سچے ہیں، آپ نے کبھی غلط بات نہیں کی، آپ جو کہتے ہیں سچ کہتے ہیں، اس وجہ سے آپ پر ہمارا غیر متزلزل اعتماد ہے اس لیے آپ جو کچھ فرمارہے ہیں اس کو مان لیں گے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم مجھے واقعی قابلِ اعتماد (trustworthy) سمجھتے ہو اور مجھ پر بن دیکھے بھروسہ (blind faith) رکھتے ہو تو پھر میں تمہیں کہتا ہوں کہ اللہ ایک ہے، اور اس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے، اس کی وحدانیت اور ایک ہونے پر ایمان لے آؤ۔ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات قبول کر لی وہ مؤمن ہو گئے اور جنہوں نے انکار کر دیا وہ کافر ہو گئے۔ اس موقع پر ابولہب نے غضبناک ہو کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے تھے: اے محمد! (معاذاللہ! استغفر اللہ!) تم برباد ہو جاؤ، تباہ ہو جاؤ، کیا اس بات کے لیے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس کی اس دریدہ دہنی اور گستاخی کے جواب میں اللہ تعالی نے قرآن مجید میں پوری سورت نازل فرمادی اور انہی الفاظ کے ساتھ اس کی مذمت کر دی، فرمایا:

---

[36] الشعراء:213

تَبَّتۡ يَدَاۤ أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ[37]

''ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے (اُس نے ہمارے حبیب پر ہاتھ اُٹھانے کی کوشش کی ہے)''

مخبر کا نام رسول اور خبر کا نام توحید ہے

کوہ صفاء پر پہلی دعوتِ توحید کا یہ سارا منظر نامہ (scenario) اس بات پر شاہدِ عادل ہے کہ ایمان کے باب میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قابلِ اعتماد ہونے پر ایمان لانا ناگزیر ہے۔اس لئے لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کی خبر دینے سے پہلے وسیلۂ رسالت اور واسطۂ نبوت پر ایمان لانے کے لئے کہا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلمۂ توحید کا اعلان کروایا گیا چنانچہ جب ان کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان اور اعتماد قائم ہو گیا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے ایک ہونے کی خبر (divine news) انہیں پہنچائی۔اس سے یہ نکتہ بھی کھلا کہ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ، وسیلہ اور واسطہ سے اللہ کو ایک مان لیا وہ مؤمن ہو گئے اور جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات نہ مانی وہ کافر قرار پائے۔ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کے ذریعے ہی ایمان باللہ اور عقیدۂ توحید متحقق ہوتا ہے۔اس لئے ہر اہلِ ایمان کا عقیدہ یہی ہونا چاہئے کہ ایمان باللہ خود وسیلۂ رسالت کا طالب اور متقاضی ہے۔

ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: عقیدۂ توحید پر قطعی شہادت ہے

قرآن مجید سے یہ بات بڑی واضحیت کے ساتھ ابھر کر سامنے آتی ہے کہ ایمان باللہ اور عقیدۂ توحید بھی واسطۂ نبوت اور وسیلۂ رسالت کے ساتھ متحقق ہوتا ہے پھر جب مسلمان دائرہ ایمان میں داخل ہو جاتے ہیں اس کے بعد جو دلائل اللہ کی توحید کے اثبات پر قائم ہیں وہ اس عقیدے کو مزید استحکام عطا کرتے ہیں۔توحید پر قائم کئے گئے دلائل سب کے سب ثانوی (secondry) حیثیت رکھتے ہیں یعنی وہ عقیدۂ ایمان (faith) کو مزید مضبوط (strengthen) کرنے، اس کی اعتقادی حیثیت (conviction) اور commitment کو مضبوطی و پختگی تو ضرور فراہم کرتے ہیں مگر جو حتمی، بنیادی اور قطعی شہادت ہے وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

[37]۔ لہب: 1

وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ باقی تمام دلائل، واقعاتی دلائل(circumstantial evidences)کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ بات قانون کے طلباء اچھی طرح جانتے ہیں کہ وکیل عدالت (Court) میں جو مختلف دلائل دیتے ہیں ان کو قرائن (Circumstantial evidences) کہتے ہیں مثلاً: چور نے کسی کمرے سے چوری کی ہے مگر تالا ٹوٹا ہوا نہ ہی ہینڈل ٹوٹا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کہیں سے چابی حاصل کر کے دروازہ کھولا۔ یہ قرائن ہیں جو آپ کو ایک نتیجے تک پہنچنے میں مدد دیتے ہیں۔ بادی النظر میں جو بات بڑی ٹھوس (Solid) لگتی ہے وہ حقیقت میں اتنی بھی ٹھوس نہیں کیونکہ یہ امکان بھی ہے کہ رات گھر والے تالا لگانا ہی بھول گئے ہوں اور تالا لٹکا رہ گیا ہو، اس اثناء میں چور آیا، اس نے چوری کی، تالا لٹکایا اور چلا گیا تو پتہ چلا کہ قرائن (circumstantial evidences) کو شہادتوں سے رد بھی کیا جا سکتا ہے، قرائن علم میں تیقّن اور واضحیت(clarity) میں اضافہ کرتے ہیں مگر وہ بذاتِ خود عقیدۂ توحید اور ایمان کی اساس نہیں بن سکتے۔

شہادت کی دوسری قسم قطعی شہادت (conclusive evidence) ہے اس کو قانونی اصطلاح میں براہ راست شہادت(Direct evidence) بھی کہتے ہیں جبکہ وہ شہادت جو قرائن پر مبنی ہو بالواسطہ شہادت کہلاتی ہے۔ اللہ رب العزت کی توحید اور اس کے وجود پر بلاواسطہ، حتمی اور قطعی شہادت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے اس لئے اللہ پاک نے قرآن مجید میں فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا[38]

”اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے (ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں ذاتِ حق عزوجل کی سب سے زیادہ مضبوط، کامل اور واضح) دلیلِ قاطع آگئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف (اسی کے ساتھ قرآن کی صورت میں) واضح اور روشن نور (بھی) اتار دیا ہے o‘

وہ دلائل جو قطعی، حتمی اور ناقابل تردید ہوں انہیں برہان کہتے ہیں۔ عربی لغت میں برہان کا معنی ’أَوْكَدُ الْأَدِلَّة، ہے۔ یعنی دلائل میں سب سے قوی ترین دلیل جو رد نہ کی جا سکے۔ لٰہذا ثابت ہوا کہ اللہ رب

---

[38]۔النساء:174

العزت کی ذاتِ اقدس اور عقیدۂ توحید پر قطعی شہادت اور سب سے زیادہ مضبوط دلیل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

توحید پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی اصالۃً ہے

اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی اصل گواہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی۔ اس پر پوری امت بغیر دیکھے گواہ بن گئی۔ کیوں؟ اس لئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا کہ اللہ ایک ہے تو موقع کے گواہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن گئے اور ساری امت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتماد پر گواہ بنی ہے۔ لہٰذا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نائب (Vicegerent) ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ شہادت کی دو قسمیں ہیں:

شہادتِ اصالت　　　　شہادتِ نیابت

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اَشْہدُ اَنْ لَا اِلٰہ اِلَّا اﷲ" میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے تو یہ شہادت اصالۃً ہے۔ جبکہ حضور کی امت کی گواہی کو نیابۃً شہادت کا درجہ حاصل ہو گیا۔

توحید پر امت کی گواہی نیابۃً ہے

ہم جب کلمہ پڑھتے ہیں تو گویا اللہ رب العزت کے ایک ہونے کی گواہی دیتے ہیں کہ "أشْہدُ أنْ لَا اِلٰہ اِلَّا اﷲُ" میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے یعنی

I do give witness to Oneness of Almighty Allah.

یہاں کوئی پوچھے کہ آپ کس طرح یہ گواہی دیتے ہیں جبکہ آپ نے تو دیکھا ہی نہیں۔ دیکھے بغیر گواہی کیسے ہو سکتی ہے؟ مثلاً: اگر کوئی قتل ہوا ہو اور آپ موقع واردات پر موجود نہ ہوں اور صرف اخبار میں پڑھا ہو یا کسی سے سنا ہو کہ فلاں نے اس کو قتل کیا ہے اور آپ عدالت میں پیش ہو جائیں اور کہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں کو فلاں نے قتل کیا ہے تو آپ کی اس بات کو عدالت نہیں مانے گی بلکہ عدالت آپ سے سوال کرے گی کہ کیا آپ موقع پر موجود تھے؟ کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے قتل ہوتے دیکھا ہے؟ اگر آپ کہیں کہ نہیں تو عدالت آپ کی شہادت رد کر دے گی۔ کیونکہ گواہ کا موقع پر موجود ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح جب آپ نے توحید کا مشاہدہ کیا ہی نہیں، اللہ کو دیکھا ہی نہیں بلکہ اس کے بارے میں صرف سنا ہے تو یہ آپ کا اعلان، شہادت کیسے بن گیا؟ قانون کی زبان میں یہ ساری کی ساری گواہی نیابۃً ہے۔ نیابت کا مطلب ہے کسی کا نائب مختار بننا اور کسی کے تفویض کردہ اختیار کو استعمال کرنا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہدِ خالق و مخلوق ہیں

اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روز قیامت اعمال واحوالِ امت کا گواہ بنایا، یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خالق کائنات اللہ رب العزت اور اس کی مخلوق کے گواہ بن گئے، ارشادِ باری تعالی ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا[39]

''بیشک ہم نے آپ کو (روزِ قیامت گواہی دینے کے لئے اعمال واحوالِ امت کا) مشاہدہ فرمانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہےo''

اور یہ کتنی بڑی بات ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے امت محمدی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی بنا پر تمام سابقہ امم پر گواہ بن گئی۔ ارشاد باری تعالی ہے:

هوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمينَ مِن قَبْلُ وَفِي هٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ.[40]

''اس (اللہ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اس سے پہلے (کی کتابوں میں) بھی اور اس (قرآن) میں بھی تاکہ یہ رسولِ (آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم پر گواہ ہو جائیں اور تم بنی نوعِ انسان پر گواہ ہو جاؤ۔''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہدِ انبیاء و امم ہیں

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتماد کر کے جب ہم نے توحید باری تعالی کی گواہی دی تو ہمارا یہ اعلان (Declaration)، شہادت بن گیا جس کے بارے میں قرآن مجید نے کہا:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلاَءِ شَهِيدًا[41]

''پھر اس دن کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گےo''

---

[39]: الفتح، 8

[40]: الحج، 78

[41]۔ النساء، 41

اس آیتِ کریمہ میں روزِ قیامت کے اس منظر کی نشان دہی فرمائی جب ہر امت سے نبی لایا جائے گا جو اپنی امت پر شہید ہو گا جبکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسی علیہ السلام تک ہر نبی کی شہادت پر گواہ ہوں گے۔ گویا تمام انبیاء علیہم السلام کی شہادت پر بھی قطعیت (finality) کی مہر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی ہو گی جو رد نہیں ہو سکتی، اسی طرح ارشادِ باری تعالی ہے:

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هؤُلَاءِ.[42]

ترجمہ ''اور (یہ) وہ دن ہو گا (جب) ہم ہر امت میں انہی میں سے خود ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے اور (اے حبیبِ مکرّم!) ہم آپ کو ان سب (امتوں اور پیغمبروں) پر گواہ بنا کر لائیں گے۔''

گویا ہر نبی شاہد الامت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہدِ انبیاء وامم ہیں۔ یعنی ہر نبی صرف اپنی امت پر گواہ ہے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں اور امتوں پر گواہ ہیں۔ امتِ محمدی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی بناء پر سابقہ تمام امتوں پر گواہ بن گئی۔

توحید کے باب میں واسطۂ نبوت کا انکار کفر ہے

یہاں ایمان کے باب میں اور عقیدۂ توحید کے حوالے سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اور وسیلے سے ایمان کا متحقق ہونا واضح ہے اور یہ ثابت ہو گیا کہ ایمان کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ اور وسیلہ پر ہے جس پر اعتماد کر کے اگر اللہ کو ایک مانا جائے تو عقیدۂ توحید وجود میں آتا ہے۔ یہاں سے توحید کا تصور (concept) اپنی واضح شکل میں اجاگر ہوتا ہے لہٰذا جو لوگ کہتے ہیں کہ توحید کے لئے کسی وسیلہ اور واسطہ کی ضرورت نہیں ہے، انہیں جان لینا چاہئے کہ اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ اور وسیلہ درمیان سے ہٹا دیا جائے تو اس کے بعد کوئی مسلمان مسلمان ہی نہیں رہتا خواہ ظاہراً اس کے سارے اعمال مسلمانوں والے ہی کیوں نہ ہوں اور وہ دن رات توحید کا اقرار کرتا پھرتا ہو۔

توحید و شرک میں فرق بیان کرتے ہوئے آپؒ نے لکھا کہ توحید اور شرک میں ایک بنیادی فرق ہے۔ اگر اس فرق کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے تو بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس لیے آپؒ نے توحید و شرک کے درمیان اس فرق کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

42۔ النحل، 89

"جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں یعنی کسی کی عطا کردہ نہیں وہی کسی اور کے لیے ثابت کرنا شرک ہے۔ اور ان صفات سے شرک لازم نہیں آتا جو اللہ تعالیٰ نے کسی کو بخشی ہیں۔ اگر انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے صفات نہ بخشی ہوں تو پھر نہ کوئی سننے والا ہو نہ دیکھنے والا ہو، نہ زندہ ہو، نہ کوئی علم والا ہو۔ پس ہم یہی کہیں گے کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں وہ بندے کی نہیں ہو سکتیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی و ابدی ہیں۔ بندے کی عارضی ہیں اللہ تعالیٰ کے کمالات بغیر کسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور انسان کے کمالات اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے ہیں۔"[43]

قرآن کریم میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جو کام باذن اللہ ہو وہ بھی عین توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ [44]

ترجمہ: کون ہے جو شفاعت کرے بغیر اذن خداوندی کے۔

یہاں ایک قاعدہ بیان فرمایا کہ ہر شخص کو بارگاہ الٰہی میں لب کشائی اور شفاعت کی طاقت نہ ہو گی صرف وہی شفاعت کرے گا جسکو پرودگارِ عالم نے اذن فرمایا۔ بتانا یہ ہے کہ اے کفار و مشرکین! قیامت کے دن تو وہی شفاعت کرے گا جسے اجازت ہو گی اور تمہارے ان بتوں کو تو کوئی اجازت نہیں پھر ان سے یہ توقع عبث کیوں لگائے بیٹھے ہو اور "الا باذنہ" سے یہ واضح فرمادیا کہ وہ محبوب و مقبول بندگانِ خدا ضرور شفاعت کریں گے جن کو ان کے رب نے اجات مرحمت فرمائی ہو گی۔ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد مصطفی ﷺ ہوں گے بعد میں انبیاء کرام اور اولیاء کرام حفاظ اور شہداء بھی شفاعت کریں گے۔

سیدنا عیسی علیہ السلام کے متعلق رب تعالی نے ارشاد فرمایا:

اِذْ قَالَ اللّٰہ یعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ ۘ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَہْدِ وَکَہْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَالتَّوْرٰىۃَ

---

[43]۔ کاظمی، سید احمد سعید، مقالات کاظمی، ج، 3، ص 3.

[44]۔ البقرہ، 255

وَالْاِنْجِیْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَہَیْئَۃِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْہَا فَتَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ
وَتُبْرِئُ الْاَکْمَہ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ ۔[45]

ترجمہ: جب اللہ تعالی فرمائے گا، اے عیسی ابن مریم ،تم اپنے اوپر اور اپنی ماں کے اوپر میرے احسان کو یاد کرو ،جب میں نے روح القدس سے تمہاری مدد کی ،تم گہوارے میں بھی لوگوں سے کلام کرتے تھے اور پختہ عمر میں بھی ،اور جب میں نے تم کو کتاب ،حکمت ،تورات اور انجیل کا علم دیا ،اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے تھے ،پھر تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتی تھی ، اور تم میرے حکم سے مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے ،اور تم میرے حکم سے مردوں کو نکالتے تھے ،

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رب تعالی اپنے پیاروں کو اپنے اذن سے جو چاہے عطا فرماتا ہے او ربعض دفعہ وہ انبیاء کرام کو اپنی ذات کا مظہر بنادیتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے خلق نفخ اور اخراج کی نسبت فرمائی ہے۔ حالانکہ انہی چیز کی نسبت دوسری آیت میں اللہ تعالی نے اپنی طرف فرمائی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے اللہ تعالی نے فرشتوں کو فرمایا:

فَاِذَا سَوَّیْتُہ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہ سٰجِدِیْنَ ؏[46]

ترجمہ: سو جب میں اس کو (انسانی صورت میں) ڈھال لوں اور اس میں (اپنی پسندیدہ) روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لیے سجدہ میں گر جانا۔

اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا ہوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ [47]

ترجمہ: کیا انسان نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو ایک نطفہ سے پیدا کیا تھا پھر یکایک وہ کھلا ہوا جھگڑالو بن گیا۔

وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمیتِ وَتُخْرِجُ الْمیتَ مِنَ الْحَیِّ ۡ[48]

---

[45]۔المائدہ، 110

[46]۔الحجر، 29

[47]یٰس، 77

[48]۔آل عمران، 27

ترجمہ: تو زندہ کو مردہ سے نکلتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔

ان آیات میں رب تعالی کی جو صفات بیان ہوئی ہیں وہی صفات حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ہم نے انہیں عطافرمائیں۔ علامہ کاظمی علیہ الرحمہ کے نزدیک یہی بنیادی فرق ہے کہ جو کام من دون اللہ کسی کے لیے مانا جائے وہ شرک ہے اور جو کام باذن اللہ کسی کے لیے کہا جائے وہ کر سکتا ہے جیسا کہ اولیاء وانبیاء کرام کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ وہ باذن للہ مدد کر سکتے ہیں۔ اگر اس قید کو نہ مانا جائے اور اسے شرک قرار دیا جائے تو پھر یہ بات بہت ساری غلط فہمیوں کا ذریعہ بنتی ہے۔ کیونکہ جو بات دنیا میں شرک ہے وہ آخرت تک شرک ہی کہلائے گی تو اگر انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص رسالت مآب ﷺ کے بارے یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ باذن اللہ تصرف ونصرت فرماتے ہیں اس کو شرک قرار دیا جائے تو یہ قاعدہ کلیہ آخرت میں کام نہ آئے گا کیونکہ وہاں تو سارے انبیاء علیہم السلام ساری مخلوق کو انبیاء کی طرف اور پھر آخر میں سید الانبیاء ﷺ کی طرف بھیجے گیں۔[49]

خلاصہ کلام

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ توحید کے ساتھ رسالت کا عقیدہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا توحید پر ایمان لانا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر توحید کی معرفت ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سابقہ امتوں کی ہلاکت کا سبب رسالت کا انکار بنا۔ جب تک رسالت کے ساتھ کامل وابستگی نہ ہو انسان گمراہیوں اور تاریکیوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اس لیے اگر لاالٰہ الااللہ دعوی ہے تو محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے۔

[49]۔ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، بیروت، دار احیاء التراب العربی، ج،1، ص،182، 184 الرقم، 193